مولانا عبدالرشید نعمانی

حضرت مولانا بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۳۴۷ھ (۱۹۳۸ء) کے غالباً درمیان سال کا واقعہ ہے، مہینے کی تعیین ذہن سے اتر گئی کہ مولانا محمد یوسف صاحب کامل پوری حیدر آباد دکن تشریف لائے۔ مولانا کو ''مجلس علمی ڈابھیل'' نے وہاں اس غرض سے بھیجا تھا کہ امام حافظ جمال الدین زیلعی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۶۲ھ کی علم حدیث میں مشہور و معروف تالیف ''نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ'' کا جو قلمی نسخہ حیدر آباد دکن کے کتب خانہ ''سعیدیہ'' میں موجود تھا، اس کا مقابلہ مطبوعہ نسخہ سے کیا جائے، مجلس مذکور تصحیح و تحشیہ کے اہتمام کے ساتھ مصر میں دوبارہ طبع کرانا چاہتی تھی۔ چنانچہ مولانا کا قیام اس سلسلہ میں دو ماہ کے قریب حیدر آباد دکن میں رہا، اثناء قیام مولانا محمد یوسف صاحب کامل پوری دفتر ''معجم المصنفین'' میں صاحب ''معجم المصنفین'' حضرت الاستاذ مولانا محمود حسن خان صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۶۶ھ (۱۹۴۶ء) کی خدمت میں بھی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ میں بھی ''معجم المصنفین'' کے عملہ سے وابستہ ہو چکا تھا۔ مولانا کامل پوری سے میری ملاقات وہیں ہوئی۔ اثناء گفتگو انہوں نے ''نصب الرایہ'' اور ''فیض الباری'' کی مصر میں طباعت شروع ہونے کا حال بتلایا اور فرمایا کہ: ان دونوں کتابوں کی طباعت کے اہتمام کے لئے مجلس علمی نے مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا احمد رضا صاحب بجنوری کو مصر روانہ کیا۔ بس یہ پہلا موقع تھا جب حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی میرے کانوں میں پڑا، پھر دونوں کتابیں چھپ کر آئیں۔ ان سے استفادہ کا موقع بھی ملا، لیکن حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا موقع نہ ملا۔ تا آنکہ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کی نوبت آئی اور مجلس علمی کا کتب خانہ ڈابھیل سے کراچی منتقل ہوا۔ پھر ۱۹۴۸ء میں حضرت مولانا بنوری اور مولانا احمد رضا خان بجنوری دونوں حضرات کی کراچی میں آمد ہوئی اور اس وقت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری کی پہلی مرتبہ زیارت

ہوئی۔ اس زمانے میں حضرت مولانا کے ساتھ متعدد ملاقاتیں ہوئیں' جن میں اکثر علمی مذاکرہ کا سلسلہ چلتا۔ مذاکرہ میں ہمیشہ مولانا کو حاضر العلم، قوی الحافظہ، متوقد الذہن پایا۔ اس موقع پر کراچی میں محض چند روز حضرت مولانا کا قیام رہا اور پھر واپس ڈابھیل روانہ ہوگئے' اس کے بعد جب ٹنڈو الٰہ یار میں دار العلوم کا قیام عمل میں آیا تو مولانا استاذ حدیث ہوکر وہاں تشریف لائے۔ صدر المدرسین اس زمانہ میں وہاں حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کیملپوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس زمانے میں حضرت مولانا سے خاصہ ارتباط رہا۔ حضرت مولانا طبیعت کے اعتبار سے بڑے ذکی اور حساس تھے' ہر چیز پر نظر رکھتے تھے' اس لئے مدرسہ کی انتظامیہ سے ان کی نہ بن سکی' حالات میں بگاڑ پیدا ہوا۔ میں تو صورتحال دیکھ کر پہلے ہی مستعفی ہوکر آ گیا تھا' لیکن مولانا نے اس امید پر شاید اصلاح احوال کی کوئی صورت پیدا ہو' وہاں مزید دو سال تک قیام فرمایا' آخر میں پھر وہ بھی کراچی تشریف لے آئے اور یہاں آکر مدرسہ عربیہ اسلامیہ واقع جامع مسجد نیوٹاؤن کی بنیاد ڈالی' جو ان کے خلوص اور کوشش کی برکت سے اس وقت پاکستان کے ممتاز ترین دینی اداروں میں شمار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کے اس فیض کو تا ابد جاری رکھے۔ آمین۔

مولانا اپنی شخصیت کے اعتبار سے اپنے تمام علماء معاصرین میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے' نسب کے اعتبار سے ان کا سلسلہ حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے، علمی حیثیت سے یہ برصغیر پاک و ہند کے واحد عالم ہیں جن کو براہ راست عالم اسلامی کی دو ایسی جلیل القدر اور عظیم الشان ہستیوں سے علمی استفادہ کا موقع ملا کہ جن کی نظیر علم وفضل، دقت نظر، وسعت مطالعہ کے اعتبار سے اس صدی میں تو کیا اگلی چند صدیوں میں بھی کم ہی ملے گی۔ ایک حضرت امام العصر حافظ حدیث علامہ یگانہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری محدث رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۵۲ھ اور دوسرے محدث ناقد امام علامہ محمد زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۷۲ھ مولانا مرحوم کو اگرچہ تلمذ کی خصوصی نسبت تو حضرت امام کشمیری سے حاصل ہے، تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے امام کوثری سے بھی اپنے زمانہ قیام مصر میں جو دس ماہ کے قریب تھا' بہت استادہ کیا ہے۔ ان دونوں بزرگوں کی علیحدہ علیحدہ خصوصیات تھیں۔ تمام علوم متداولہ پر ناقدانہ نظر رکھتے تھے' بہت سے علوم میں درجہ امامت پر فائز تھے۔ حضرت امام کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی مشکلات علوم پر گہری نظر تھی۔ درس حدیث کے وقت آپ کے علمی خزانوں کے دروازے وا ہوتے تو طلباء وحاضرین میں سے ہر شخص فیض بقدر استعداد پاتا اور اپنی نظر وبصیرت کے مطابق علمی زر و جواہر سے اپنے دامن کو مالا مال کرلیتا۔ علامہ کوثری کی نظر متقدمین کی تصانیف پر بڑی وسیع تھی اور عالم اسلامی کے مخطوطات اور نوادر کا ان کو پوری طرح علم تھا' تصنیف کا سلیقہ بھی حق تعالیٰ شانہ نے ان کو خوب عطا فرمایا تھا' ان کی تمام تصانیف حشو و زوائد سے پاک نہایت قیمتی علمی

معلومات سے پر ہیں۔حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی اخاذ طبیعت نے ان دونوں بزرگوں کے فیض علمی سے خوب ہی اخذ واستفادہ کیا۔مولانا مرحوم کو حق تعالیٰ نے حافظہ غیر معمولی عطا فرمایا تھا‘ طبیعت میں ذکاوت تھی‘ عالی نسب والا حسب تھے۔ان پر ان بزرگوں کی صحبت وبرکت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا‘ اس لئے بہت جلد عالم متبحر بن کر اپنے تمام اقران پر گوئی سبقت لے گئے۔بڑے بڑے علمی غامض مضامین،جن کو اکابر علماء،متعدد اوراق میں سپرد قلم فرماتے ہیں‘ مولانا ان کو چند جملوں میں نہایت مختصر اور منقح الفاظ میں پیش کردیتے تھے۔جن ذی استعداد طلباء کو ان کے درس میں بیٹھنے کا موقع ملا ہے‘ ان کے لئے تو یہ بات واضح ہے۔علماء مولانا کی تالیفات ’’معارف السنن‘‘ وغیرہ کا مطالعہ کرتے وقت حدیث کی دوسری شروح کو سامنے رکھ کر اس کا بخوبی اندازہ لگاسکتے ہیں۔مولانا نے جو کچھ مطالعہ کیا تھا اس کا بیشتر حصہ متحضر تھا۔’’معارف السنن‘‘ کی تالیف کے وقت ہمیشہ یہ کوشش رہتی کہ حضرت امام العصر نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے‘ اس کو اصل ماخذ میں تلاش کیا جائے۔اس میں بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ اصل ماخذ تک رسائی ممکن نہ ہوتی‘ کتاب مطبوعہ نہ ہوتی اور مخطوطہ کا کوئی نسخہ برصغیر ہندوپاک کے کتب خانہ میں موجود نہ ہوتا‘ ایسی صورت میں بڑے غور وفکر سے کام لے کر حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے ذوق مطالعہ کا جائزہ لیتے اور پھر حضرت ممدوح کا مزاج شناس ہونے کی بناء پر فیصلہ کرتے کہ یہ بات حضرت امام العصر رحمۃ اللہ علیہ نے فلاں مطبوعہ کتاب سے لی ہوگی‘ چنانچہ اس کا بالاستیعاب مطالعہ شروع کردیتے اور بالآخر بمصداق من جد وجد گوہر مراد ہاتھ آجاتا۔فرماتے تھے:ایک بار حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے درس میں فرمایا کہ: امام ابوزید دبوسی نے لکھا ہے کہ’’جب فقہاء صحابہ میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا ہے تو پھر کسی ایک جانب کو ترجیح دینا دشوار ہے۔‘‘،’’معارف السنن‘‘ کی تصنیف کے وقت حوالہ دینے کا خیال آیا تو سوچا۔یاالٰہی!ابوزید دبوسی کی’’تقویم الادلہ‘‘ اور’’کتاب الاسرار‘‘ تو ناپید ہیں‘ اب کیا کیا جائے؟ سوچتے سوچتے خیال آیا کہ غالباً حضرت شاہ صاحب نے یہ بات امام عبد العزیز بخاری کی’’کشف الاسرار‘‘ میں دیکھی ہوگی‘ چنانچہ اس کا مطالعہ شروع کیا تو الحمد للہ!امام دبوسی کی بات مل گئی۔اسی طرح بارہا ایسا ہوا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی بات حافظ ابن حجر کے حوالہ سے سنی تھی‘ مگر اس کا مظان اور موقع سمجھ میں نہ آیا تو ساری’’فتح الباری‘‘ کا مطالعہ شروع کردیا اور آخر کو وہ بات کہیں نہ کہیں مل گئی۔مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ غیر معمولی قوی تھا‘ جو کچھ پڑھ لیتے تھے وہ مدت تک ذہن سے محو نہ ہوتا تھا اور اس میں علمی‘ غیر علمی‘ موضوع‘ غیر موضوع کی قید نہ تھی۔وہ عام معلومات کا انسائیکلو پیڈیا تھے۔ابھی چند ماہ کا ذکر ہے ایک مرض کا تذکرہ کیا تو اس کے علاج کے سلسلہ میں دس بارہ انگریزی دواؤں کے نام فرفر سنادیئے۔یہ بھی تجربہ ہے کہ مولانا کے درس وتصنیف میں برکت تھی‘ دوسرے لوگ جو علمی کام مہینوں اور ہفتوں میں بدقت انجام دیتے تھے،مولانا وہ دنوں اور گھنٹوں میں بسہولت پورا کردیتے۔

مولانا مرحوم کو حق تعالیٰ نے تقویٰ اور خشیت سے بھی نوازا تھا‘ بڑے عفیف اور پارسا تھے۔ ادھر تلاوت قرآن کریم کی آواز مولانا کے کانوں میں پڑی اور ادھر آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہوا۔ مدرسہ کے تمام مالی معاملات ایسے صاف رکھتے کہ کیا مجال ایک پیسہ اِدھر اُدھر ہو جائے‘ یا ایک مد کی آمدنی دوسری مد پر صرف ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اہل دنیا کو ان کی نظروں میں ہیچ کر رکھا تھا۔ دنیا طلبی کی ان کے یہاں مد ہی نہ تھی۔ جود وکرم کا یہ حال تھا کہ بے تحقیق سائلوں کو دیتے رہتے تھے۔ ایک بار بیٹھا ہوا تھا‘ عصر سے پہلے دو صاحب مولانا کو پوچھتے ہوئے آئے۔ میں نے کہا کیا کام ہے؟ کہنے لگے: مکان بنوانا ہے۔ مولانا سے اعانت کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا کہ تم لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ مولانا کے پاس کونسی دولت ہے جو وہ تمہیں مکان بنانے کے لئے دیں گے‘ تمہیں مولانا کو تنگ نہیں کرنا چاہئے‘ مگر وہ اپنی بات پر مصر رہے۔ اتنے میں مولانا بھی تشریف لے آئے اور صورت حال معلوم کر کے اپنی جیب سے کچھ رقم نکالی اور بڑی معذرت کے ساتھ ان کے حوالہ کر دی‘ میں صورت دیکھتا رہ گیا۔ اس طرح میں ایک دفعہ مولانا کے پاس دفتر میں بیٹھا ہوا تھا۔ اٹھ کر گھر جانے لگے تو صاحبزادہ محمد بنوری نے بتایا کہ فلاں صاحب اس لئے بیٹھے ہیں کہ ان کے یہاں میت ہوگئی ہے، تجہیز وتکفین کی ضرورت ہے۔ مولانا فوراً گھر تشریف لائے اور بغیر کسی تحقیق اور تفتیش کے سو روپے کا نوٹ صاحبزادہ صاحب کے حوالہ کیا کہ ان کو دے دو۔ میں نے اس واقعہ کا ذکر حضرت مولانا ولی حسن صاحب سے کیا اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ حضرت کی سخاوت تو بجا‘ مگر اتنی سی تحقیق کر لی جاتی کہ واقعی کوئی میت ہوئی بھی ہے یا نہیں تو زیادہ اچھا تھا۔ اس پر مفتی صاحب نے فرمایا کہ: میرا بھی یہی ذوق ہے‘ میں ہوتا تو میں بھی یہی کرتا‘ میں یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ بہر حال اللہ والوں کی شان ہی الگ ہے۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی کس کس بات کو یاد کیا جائے۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے مولانا ارشد مدنی کراچی تشریف لائے‘ حضرت مولانا کے مہمان ہوئے‘ میں ان سے مل نہ سکا تھا۔ ”مجلس دعوت وتحقیق اسلامی“ سے اٹھا تو ان کی ملاقات کے ارادے سے نکلا۔ راہ میں مولانا حبیب اللہ مختار صاحب ملے‘ میں نے ان سے دریافت کیا کہ مولانا ارشد صاحب مدنی کہاں تشریف فرما ہیں؟ کہنے لگے: حضرت کے یہاں دسترخوان بچھ چکا ہے‘ آپ بھی چلے چلیں۔ میں نے مولانا حبیب اللہ صاحب سے کہا کہ آپ کو دوسرے کے دسترخوان پر دعوت دینے کا حق نہیں‘ میں پھر مل لوں گا۔ یہ کہہ کر میں تو چلا گیا۔ مولانا حبیب اللہ صاحب نے حضرت مولانا کو بتایا ہوگا۔ دوسرے روز ظہر کی نماز پر مولانا ملے تو فرمانے لگے: ”آپ نے بڑا تکلف کیا۔ میں تو آپ جیسے احباب کے یہاں باسی روٹی مانگ کر کھانے میں بھی تکلف محسوس نہیں کرتا۔“ میں نے مولانا کی زبان سے یہ کلمات سنے تو بڑا نادم ہوا۔ مولانا سے معافی مانگی اور وعدہ کیا کہ آئندہ انشاء اللہ! ایسا نہ

ہوگا۔ ہائے اب دوبارہ یہ موقع کہاں؟

میں جب ستمبر ۱۹۶۳ء کو مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن سے جامعہ اسلامیہ بہاولپور جانے لگا تو مولانا کو میرا وہاں جانا گراں گزرا' جب ملتا ہمیشہ شکایت فرماتے۔ گزشتہ سال جب میں وہاں سے فارغ ہوگیا تو آتے ہی مولانا نے فرمایا کہ: آپ یہاں آجایئے۔ ہم آپ کو تنخواہ کم دیں گے۔ میں نے عرض کیا: بسر وچشم۔ ''مجلس دعوت و تحقیق'' میں حاضری کے دوسرے ہی دن فرمایا کہ: آپ پہلے مسجد میں دو رکعت پڑھ کر دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس کام کے لئے آپ کو قبول فرمائے۔ کیا تعجب ہے جو آپ کے آنے سے یہاں سے دار المصنفین بن جائے اور اللہ تعالیٰ آپ سے کام لے لیں۔ خدا کرے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تمنا اور دعا پوری ہو۔

ایک روز حضرت مخدومی مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی مدظلہ العالی کی معیت میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ امام مہدی کا تذکرہ آیا تو مجھ سے فرمایا: اس موضوع پر ایک تحقیقی رسالہ لکھ دیجئے، حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی اجازت تو میں نے پہلے بھی لی تھی' مگر اس سال تحریری اجازت کے لئے بھی عرض کیا تھا' اس پر مولانا نے ظہر کی نماز کے لئے مسجد میں جاتے وقت وضو خانہ کے قریب جب میں وضو کے لئے کھڑا تھا فرمایا۔ ''میری طرف سے آپ کو میری تمام روایات کی عامۃً تامۃً ہر طرح روایت کی اجازت ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

چہار شنبہ ۲۷ شوال ۱۳۹۷ھ، ۱۲ نومبر ۱۹۷۷ء کو بعد نماز عصر جامع مسجد نیوٹاؤن میں، میں نے حضرت مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ رائے ونڈ تشریف لانے والے ہیں' بندہ حضرت موصوف کی خدمت میں حاضری کا ارادہ رکھتا ہے' دعا فرمائیں حق تعالیٰ ان کی برکات سے مجھے بھی متمتع فرمائے۔ مولانا نے آمین کہی۔ دعا کا وعدہ فرمایا۔ حضرت شیخ الحدیث کی تشریف آوری کا پروگرام بتایا اور سفر پر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ کیا خبر تھی کہ بس یہ آخری ملاقات ہوگی اور اس کے بعد پھر کبھی دنیا میں ملنا نصیب ہی نہ ہوگا۔ میں جمعہ کو شام ۴ بج کر ۴۰ منٹ پر چناب ایکسپریس سے پنجاب کے سفر پر روانہ ہوا اور مولانا دوسرے دن ہوائی جہاز سے اسلام آباد تشریف لے گئے۔ دوشنبہ کو ملتان سے لاہور ٹرین پر سفر کر رہا تھا کہ اخبار میں یہ خبر پڑھی۔ مولانا پر دل کا دورہ پڑا، لیکن اب افاقہ ہے۔ مغرب کی نماز کے بعد شیخوپورہ میں ایک صاحب نے یہ وحشت اثر خبر سنائی کہ ریڈیو پر اطلاع آئی ہے کہ حضرت مولانا کا آج انتقال ہوگیا۔ یہ سن کر اول تو دل ماننے کے لئے تیار ہی نہ ہوا۔ پھر جو گذر راہ کیا بیان کیا جائے۔

انا لله وانا اليه راجعون. اللهم اغفر له مغفرةً تامةً وارحمه رحمة عامة.

اللهم لاتحرمنا اجره ولا تفتنا بعده' (۹ محرم ۱۳۹۸ھ)